

رسائل وسائل

تصوف کی اصطلاحات

سوال: سلسلہ تصوف میں چند اصطلاحات معروف و مروج ہیں: قطب، غوث، ابدال اور قیوم۔ قرآن و حدیث میں ان کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس کے متعلق جناب اپنی ذاتی تحقیق سے آگاہ فرمائیں۔

جواب: تصوف کی جن اصطلاحات کا آپ نے ذکر کیا ہے، ان میں سے صرف ابدال، کا ذکر حضرت علیؓ کے ایک قول میں ملتا ہے۔ باقی رہے غوث، قطب اور قیوم، تو ان کا کوئی ذکر بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، یا صحابہ و تابعین کے اقوال میں نہیں ملتا، اور خود ابدال کے متعلق بھی جو عام تصورات صوفیہ کے ہاں پائے جاتے ہیں، ان کی طرف کوئی اشارہ حضرت علیؓ کے اس قول میں نہیں ہے، جس سے یہ اصطلاح لی گئی ہے۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودی، اگست ۱۹۶۵ء)

تصوف کے سلاسل اربعہ

سوال: تصوف کے سلاسل اربعہ کے متعلق اپنی رائے عالیہ سے مستفیض فرمائیں۔

جواب: تصوف کے ان سلسلوں کی ابتدائیے بزرگوں سے ہوئی ہے جو یقیناً صلحائے امت میں سے تھے اور ان کا مقصود بھی تزکیہ و اصلاح تھا، جس کے ایک پاکیزہ مقصد ہونے میں کلام نہیں کیا جاسکتا۔ مگر جس طرح مسلمانوں کی زندگی کے دوسرا شعبے بذریح انحطاط کا شکار ہوئے اور ان میں صحیح و غلط کی آمیزش ہوتی چلی گئی، اس طرح یہ سلسلے بھی اپنی اصلی ابتدائی پاکیزہ حالت پر باقی نہیں رہ سکے ہیں۔ لیکن خدا کے فضل سے قرآن و سنت دُنیا میں محفوظ ہیں۔ ان کی راہ نمائی میں ہم جہاں اپنی زندگی کے دوسرا شعبوں میں صحیح و غلط کے درمیان تمیز کر سکتے ہیں، سلاسل تصوف کے افکار و اعمال میں بھی یہ تمیز ممکن ہے۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودی، اگست ۱۹۶۵ء)

کیا تصوف مفید ہے؟

سوال: تصوف جس کی دوسری تعبیر احسان و سلوک بھی ہے، جس کی تعلیم اکابر نقش بندی، چشتی، سہرو دی، قادریہ وغیرہ نے دی ہے، جیسے حضرت شیخ شہاب الدین محمد نقش بند، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت شیخ شہاب الدین سہرو دی، حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی۔ اس تصوف کو آپ حضرات دین کے لیے مفید سمجھتے ہیں یا مضر؟

جواب: ہمارے نزدیک ہر وہ چیز جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے مطابقت رکھتی ہے وہ مفید ہے اور جو مطابقت نہیں رکھتی وہ مضر ہے۔ اسی کلیے میں تصوف بھی آجاتا ہے۔ تصوف میں بھی کتاب و سنت کے مطابق جو کچھ ہے، حق ہے۔ اس کا مفید ہونا شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ لیکن جو آمیزش بھی کتاب و سنت سے ہٹی ہوئی ہے، اس سے ہم اجتناب کرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی اس سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودی، اگست ۱۹۶۱ء)

الفاظ کا غلط استعمال

سوال: ۱۔ ایک صاحب نے ایک مسجد تعمیر کرائی، اس کا افتتاح ہو رہا تھا۔ ایک عالم نے جذبے سے مغلوب ہو کر اپنی تقریر میں فرمایا: ”جس نے مسجد تعمیر کرائی ہے، اس کے ہم سب شکرگزار ہیں، یہاں تک کہ اللہ بھی ان کا شکرگزار ہے۔“ کیا ایسا کہنا درست ہے؟ پھر ایک اور موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا: ”رمضان کے روزے رکھنے کے بعد عید الفطر میں ہم سب اللہ کے مہمان ہو جاتے ہیں اور اللہ ہمارا خادم ہو جاتا ہے۔“ کیا ایسا کہنا درست ہے؟

جواب: ہر زبان کے کچھ محاورے اور اسلوب ہوا کرتے ہیں۔ وہ لوگ ہوش مند نہیں ہیں جو ایک زبان کے کسی محاورے یا اسلوب کو دوسری زبان میں لفظی ترجمہ کر کے جوں کا توں بول دیں، اور یہ نہ دیکھیں کہ اس دوسری زبان میں یہ الفاظ کس مفہوم و معنی میں مستعمل ہیں۔ مثلاً لفظ ”شکر“ کا مفہوم عربی استعمال میں ”قدر دانی“ ہے، ”شکور“ کے معنی ”قدر کرنے والا“ یا ”قدر دان“۔ جیسے قرآن میں فرمایا گیا: إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ (اللہ بخششے والا ہے، قدر فرمانے والا ہے)، اور إنَّ رَبَّنَا الْغَفُورُ

شکُور[ؐ] (بے شک ہمارا رب درگزر کرنے والا اور قدردان ہے)۔ اب ظاہر ہے کہ قدردانی اور قدرافرائی میں کسی طرح کا چھوٹا پین نہیں پایا جاتا، نہ اس کا مطلب ‘منون احسان’ ہونا ہوتا ہے۔ احسان بھلا اللہ پر کوئی کیا کرے گا، جب کہ تمام مخلوق خود اللہ کے احسانات میں بال بندھی ہوئی ہے۔ لیکن اردو استعمال میں ’شکر گزاری‘ کے الفاظ بالکل دوسرا مفہوم اور دوسرے مضمرات رکھتے ہیں۔ کوئی بڑا اپنے چھوٹے کے لیے ’شکر گزاری‘ کا اظہار کرے، یہ معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ’شکر گزاری‘ کا مطلب اردو محاورے میں احسان کا اعتراف ہے، اور ’محسن‘ کا درجہ اس احسان کی حد تک اُس شخص سے بڑھا ہوا مانا جاتا ہے، جس پر احسان کیا گیا ہے۔

لہذا جو صاحب آیاتِ قرآنیہ میں اللہ کے لیے ’شکور‘ کا لفظ دیکھ کر اردو میں بھی یوں فرمانے لگے ہیں کہ ”اللہ اس شخص کا شکر گزار ہے، جس نے مسجد تعمیر کی“، وہ صاحب کم سمجھا اور بدمناقب ہیں۔ ’شکر گزاری‘ جیسا کہ ہم نے کہا اعترافِ احسان کے ہم معنی ہے، جب کہ قرآن کا لفظ ’شکور‘ صرف قدردانی کا مفہوم رکھتا ہے۔ قدردانی کہتے ہیں کسی عمل کا بھر پور صلحہ دینے کو، فرمائی برداری پر اپنی خوش نودی کا اظہار کرنے کو۔ یہ بے شک اللہ کی شان ہے اور ایسی شان اس کی عظمت کے منافی نہیں بلکہ عین مطابق ہے، لیکن اس کے برعکس ’شکر گزاری‘ دوسری شے ہے۔ شکر گزار وہی ہو سکتا ہے جس پر احسان کیا گیا ہو، یعنی اسے اس کے حق واجب سے زیادہ دے دیا گیا ہو۔ بھلا اللہ کو کوئی اس کے حق سے زیادہ کیا دے گا، بہت بڑی بات ہے اگر اس کے حق کا ہزارواں حصہ بھی بندہ ادا کر دے۔

اب لفظ ’خادم‘ پر نظر کیجیے۔ سلیقے کی بات یہ تھی کہ مولوی صاحب ’مہمان‘ کے مقابلے میں ’میزبان‘ کا لفظ بولتے۔ میزبانی اللہ کے شایان شان ہے، مگر انہوں نے ’خادم‘ کا لفظ بول کر بہت بڑی جرأت کی۔ ’خادم‘ اردو بول چال میں جو پست مفہوم رکھتا ہے وہ بھی محتاج بیان نہیں ہے۔

’خادم‘ کا درجہ ’مخذوم‘ سے کم مانا گیا ہے۔ ’خادم‘ تو عموماً نوکر کے لیے بولتے ہیں، اور یہی لفظ شائستہ حضرات خود اپنے لیے اس وقت استعمال کرتے ہیں جب عجز و انسار مقصود ہو۔ خدا جانے ان مولوی صاحب نے عربی کے کس لفظ کا ترجمہ ’خادم‘ کر کے اسے اللہ کے لیے بول دیا ہے، استغفار اللہ من ذلك۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی روایت میں ایسا کوئی لفظ آیا بھی ہو، جس کا ترجمہ ’خادم‘ ہو سکتا ہو، تب بھی یہ حماقت ہی ہو گی کہ اردو میں لفظ ’خادم‘ کے محل استعمال کو نظر انداز کر دیا جائے۔

اللہ نے بندوں کی حوصلہ افزائی کے لیے بعض الفاظ بطورِ مجاز استعمال کیے ہیں، مثلاً: وَأَفْتَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا (اللہ کو قرضِ حسنہ دو)، یعنی اہل ایمان راہ جہاد میں اپنا جو مال خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے قرض قرار دیا، تو کیا خود ہمارے لیے بھی اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کر کے یہ کہتے پھرنا مناسب ہے کہ ”اللہ ہمارا مقرض ہے!“

اللہ نے فرمایا: إِنَّ تَنْهَرُوا اللَّهَ يَنْتَهِرُ كُمْ (اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمھاری مدد کرے گا)۔ یہی حوصلہ افزائی ہی کا انداز ہے اور عربی سے مخصوص۔ اب کیا خود ہمیں بھی یہ زیب دے سکتا ہے کہ جب جہاد کرنے چلیں تو اکڑ کر کہیں کہ ”ہم اللہ کی مدد کرنے جا رہے ہیں!“

جب عقل تناسب سے کم ہو تو علم صحیح طور پر ہضم نہیں ہوتا، بلکہ کچھ پاک باہر نکلتا ہے۔ کاش وہ صاحب الفاظ کے استعمال میں ہمیشہ سورہ بقرہ کی اس آیت کو ملحوظ رکھیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ تَقْوُلُوا إِعْنَانًا وَقُولُوا إِنْظَرْنَا (ایمان والو راعنا مت کہو، بلکہ انظرنا کہو)۔ لفظ راعنا کے معنی یہی تو ہیں کہ ہماری طرف توجہ دو، ہماری رعایت کرو، انظرنَا بھی تقریباً یہی مفہوم رکھتا ہے، ہماری طرف دیکھو، متوجہ ہو۔ مگر یہود کی زبان میں راعنا حق کو بھی کہتے تھے، اور اسی لفظ کو ذرا زبان دبائ کر کہہ دیجیے تو راعینا بن جاتا ہے، جس کے معنی ہیں: اے ہمارے چروادے، حضور کی مجلس میں بعض یہود کی طرح کچھ صحابہؓ بھی حضور سے مخاطب ہو کر راعنا کا لفظ استعمال کر لیتے تھے، اور ظاہر ہے کہ ان کی نیتیں آپؐ کوثر کی طرف پاک تھیں، پھر بھی اللہ نے ابہام والتباس سے بچانے کے لیے اور ادب و احترام کا بلند معیار قائم کرنے کے لیے اس ذمیتی لفظ کے استعمال سے روکا۔

تو کیا خود اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ ادب و احترام کا مستحق نہیں، اور جو رہنمائی اس نے قرآن میں اپنے اسمائے حسنی پر دی ہے، اس کا تو کھلا تقاضا ہے کہ اس کے لیے کسی اسم صفت کا استعمال انتہائی احتیاط سے کیا جائے: هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصْتَوْرُ لَهُ الْأَكْثَمُ الْحَشِيلُ (وہ اللہ ہے پیدا کرنے والا، نکال کھڑا کرنے والا، صورتیں بنانے والا، اس کے ابھے ابھے نام ہیں)۔ (مولانا عامر عثمانی، ص ۷۰-۱۹)